۱۲ مئی سنہ ۱۹۰۶ء
ضمیمہ فضل الاخبار نمبر ۱۹ جلد ۲ ل

اینجانب

سنکہ گلبانگ پریشاں میزنم
آتشے در عندلیباں میزنم

بھئی - توبہ تلاہ - غضب کی گرمی پڑنے لگی ہے - آفتاب عالمتاب کی تمازت دھوپ کی جانسوز حدت - لکے لو کا لگانے والے فراٹوں سے ہر مسام تن کے پسینہ کے آبشار بھی خشک ہوئے جاتے ہیں - یہ تو سب جانتے ہیں کہ گرمی میں دوپہر کے وقت نلوں کا پانی چیل کا موت بنجاتا ہے - عیاش طبع لوگ دوپہر یا منا کر جنابتی غسل اس نحط الماء میں پسینہ ہی سے کر لیا کرتے ہیں - مگر اس گرمی کی گرماگرم لوئوں نے ان غیرت داروں کی بھی لٹیا ڈبو دی - پیاس کی تونس نے آدمی کو آدمیت ہی سے خارج کر کے نیری بنا دیا - اب اگر ہم کسی ایسے تیسے کو جانور کہدیں تو ہمارا کیا گناہ - بہت ہوگا کسی گوران سے کالا منہ کرا دینگے - اللہ اللہ کیا لوئیں چل رہی ہیں - کہ آدمی پھول پھال کے اسرار معرفت کا تھیلا بنا جاتا ہے - طرفہ ماجرا ہے کہ اس گرمی کی ہوابندی کے حبس نے رات کو بھی ہیٹ سے مختصر کر دیا تاکہ لوگ مردم دیدہ بناکر آنکھوں میں رکھ لیں - اور کہتے ہیں ؎

سودا تری فریاد سے آنکھوں میں کٹی رات
اب تو سحر ہونے کو آئی کہیں مر بھی

اس چھوٹی سی رات نے دن کو پہاڑ سا بنا دیا - کہ ؎

غلم کرنا صبح کالا ناہے جوئے شیر کا

حضت مرپٹ کے غلم ہوتی ہے - تو گھر والے ہماری تیشہ زنی کا بایاں ہاتھ چومنے کی حسرت کو بی جان کے گھر تک پہنچاتے ہیں - خدا کرے ہنکے دن پھریں اور وہ جاڑے کی ٹھنڈی ٹھنڈی زیر کھینچ ہوا کے رخ انگلی چلون اٹھا کے بیٹھ جائیں - حضت لوگ کہتے ہیں وہ ڈھو بھی پھونک دیا گیا جسمیں کشمیری مرغا کلاوں کوں کرتا تھا - گرمی کی رات الٰہی توبہ ؎

نہ سوتے کٹے ہے نہ روتے کٹے ہے

مرغ بے ہنگام بولے تو کیوں بولے - سوتا ہے سنسار جاگتا ہے ایک پروردگار بھی تو کوئی نہیں کہتا - تاکہ کانوں میں رس پڑ کر آنکھوں میں نیند آئے - بغل گرم ہونے کی کلیں بھی تو ہرزوں کے گھستے گھستے بیکار ہوگئیں پیچ گھس گئیں

ایسے جھلسا گئے لوگوں کی سیر روئی جامع مسجد سے درے ہی رہجاتی ہے - جہاں جمعہ کی نماز کا وضو کیا - منہ سورج کنڈ اور ہاتھ ید بیضا اور پاؤں آئینہ بنگئے (ہر ایک کو دکھاتے پھرتے ہیں) گناہ کے گرد و غبار کا نام و نشان تک مٹ جاتا ہے - کہ خاک جھلتے اور پھلنگتے ذرہ تک باقی نہ رہا - اینجانب نے مجنوں کے ٹیلہ پر بھی لات مارکے اور ٹھوکر لگا کے دیکھا کہ خاک کا نام نہ تھا - کہیں دن کے اندھوں نے سرمۂ چشم تو نہیں بنا لیا - کہ آنکھیں تاماسی روشن ہوکے رہ گئیں - اب تو ندی بھی تو نہیں آتی کہ گھڑی بھر جھپکی لینے کے لئے رات کو آنکھیں تو بچ جائیں - اور آدمی سوتا ہوا معلوم ہو - ہائے نہ دن کو چین نہ رات کو آرام جب دیکھو تماسی آنکھیں کھلی کی کھلی ہی نظر آتی ہیں - زمانے کے بچے جان کے گچھے بنے ہوئے لو کے جھونکے میں جھونٹے لیتے رہتے ہیں - اس گرمی نے شہر بھر کو گرما بنا رکھا ہے نئی سڑک کی گرمی نائیوں کی گرمی سارے زمانہ میں پھیل گئی جھکنے والے گرمی کی نسبت کہتے ہیں ؎

غرب سے شرق تک گڑگیا جھنڈا تیرا
زش کیا عرش پہ اڑتا ہے پھریرا تیرا

گرمی لہروں کی چلی بھنی آہوں نے ایسی گھٹا باندھی کہ دھواں دھار گھٹائیں اندھیاؤ کو ساتھ لیکے آئی ہیں - اور انکے حال زار پر دو چار آنسو بہا جاتی ہیں - اسی لئے رات کو آدمی گھڑی گھڑی نیچے بروں نیچے دروں کرنے لگتا ہے پلنگ کو - فراشی پنکھا تو مالزادوں کے ہاں - کہ ظاہری ٹیپ ٹاپ اور کپڑوں کا لفافہ نہ ہو تو جمعرات کو کوڑی دو کان بھی پلہ نہ پڑے - آجکل سنسان جنگلوں میں پرندوں کی چونچ میں بھی پانی کی نمی نہیں - پھر درندے چرندوں کا خون پانی ایک نہ کریں تو کیا کریں - سبزے کے نام سبزہ رنگوں کی مسیں بھی بھیگی نظر نہیں آتیں - اس گرمی نے وہ مثل کی کہ وہاں مارا جہاں پانی نہ ملا - گھر کا صحن کربلا کے سے ٹیلے کا میدان بنا ہوا ہے - ذرا تو دوپہر کو تو دیکھو وہ چلچلاتی دھوپ پڑتی ہے کہ چیل انڈا چھوڑ بھاگتی ہے - آدمی گتی السیل قلقلتپ پڑھنے لگتا ہے - اور آدمیت کی چال کھسکا کے جانور کے خول میں آجاتا ہے - بعضے اپنے تہ خانہ میں ایسے دھنستے ہیں کہ بہم رسید بن جاتے ہیں کوئی پکارا کرے - صدا ئے نزارد ایسے دنوں میں آدمی اپنی جان پر کھیل جائے تو زندگی ہے - مگر جب تک دم میں دم ہے جان کی دم چھوڑنے کو جی نہیں چاہتا - وہ دم دبا کر عالم ارواح کی سمت کو ڈوڈو بھی جاتا - اس گرمی میں سادات ایسے پھیلتے ہیں کہ لنگوٹی تک

یاران ہم قالب

سرگشت

کل آپ کا نامہ نگار عرصہ کی بیماری کے بعد بستر علالت سے اُٹھکر بھیرہ کی طرف گشت کرتا ہوا پہونچا۔ دیکھتا کیا ہے کہ طاعون کی بدولت قصبہ آدمیوں سے خالی ہے۔ مگر باغ اور جنگل ہیں آدمیوں نے منگل کر دکھایا ہے۔ جسکی بڑی وجہ یہ ہے کہ عام رعایا کے ساتھ رانی صاحبہ بھی جنگل ہی میں خس پوش جھونپڑے میں ٹھیری ہوئی ہیں

خلاصہ یہ ہے کہ اعلےٰ درجے کے لوگوں سے لیکر ادنےٰ درجے لوگوں تک باغوں میں جمے ہوئے۔ مگر سب سے زیادہ مصیبت رنڈیوں کو ہے جو بیچاری آجکل کی دھوپ اور گرمی سے آدمی سے جانور ہو رہی ہیں۔ اُنکی عمر میں کبھی کا ہیکو ایسا اتفاق ہوا تھا۔ کہ ایسی تیز دھوپ میں جس میں چیل انڈا چھوڑتی ہے۔ اور ایسی تیز لُو ہیں جسمیں جانور ہوائی تک اُڑنا جائز نہیں رکھتے ہیں۔ ان کاغذی ٹیٹوں میں قیام کرتیں۔ مگر جان تو ایسی عزیز چیز ہے کہ جسکے لئے انسان صدہا مصیبتیں برداشت کرتا ہے۔ اور ہزاروں تکلیفیں اُٹھاتا ہے۔ مگر اُن سے زیادہ مصیبت اُن شوقینوں کو ہے۔ جنکے تعلقات ان سے وابستہ ہیں۔ اُنہیں بھی۔ کچھ تو انسانی ہمدردی اور کچھ اپنی محبت کے خیال سے۔ ان تکلیفوں میں حصہ لینا پڑتا ہے۔

گرمی کی نابرداشت مصیبت نے انکے چہروں اور رنگوں پر ایک قابل قدر پوڈر پھیر دیا ہے۔ اور نزاکت کے مختلف جوہر اُن کے چہروں پر بڑھا دیئے ہیں۔

جس سے امید پڑتی ہے کہ جن لوگوں کو حسن وعشق کا لپکا ہے۔ کچھ عجب نہیں ہے کہ زیادہ قدر اور منزلت کی نگاہ سے اُنہیں سر اور آنکھوں پر بٹھائیں۔

مگر اس بینڈ میں صرف ایک ہی اسٹار ہے باقی دیگر اغیار "تجارتی" نہیں ہیں صرف زیبائش اور ترقی کی غرض سے جمع کی گئی ہیں۔

راقم۔ پھر ملینگے اگر خدا لایا۔

بقلم رفیع الخیال

نوٹ۔ ۶۔ تیرا ابھی جی نہ چاہے تو باقی بھی ہزار ہیں۔ کرچ

تماشا تھیٹریکل کمپنی

شام ہونے آئی۔ آفتاب اپنی شرم آلود نگاہیں اس ظلم زدہ ملک ہندوستان کی طرف سے آہستہ آہستہ پھیر رہا ہے۔ جسکو اُسکے چند حرارت نے پژمردہ کر دیا ہے۔ پرند آشیانوں کی طرف اپنے دن بھر کے چھٹے ہوئے بچوں کے ملنے کی خوشی میں عاشق پریشاں کے حواس کیطرح اُڑے جا رہے ہیں۔ اُلو۔ چمگادڑ نہایت بیتابی سے آفتاب کی جانب اُچک اُچک کر تک رہے ہیں کہ کب یہ غروب ہو اور انکی قسمت کا آفتاب بلند ہو۔ ہمارے اینٹمیٹ فرینڈ مچھر بھی اس وقت ٹھنڈی ہوا کھانے کو گوشۂ عافیت سے باہر تشریف لے آئے ہیں۔ اور شب بیدار پرندوں کو آمد شب کی نوید شام کلیان میں سنا رہے ہیں۔ اس وقت ایسا کونسا مُردہ دل ہوگا جسکا ان شام کلیانی گتوں کو سنکر کلیان نہ ہو گیا ہو۔ اور سر تا پا جسم کلاّنہ اُٹھا ہو۔ کیا یہ خوشنما وقت پڑے پڑے انہیں بدنما راگنیوں کے سننے کو کافی ہوگا؟ نہیں۔ ہرگز نہیں۔ آؤ سیر کو چلیں۔ قدرت حق کا ظہور دیکھ آئیں۔ آہاہا۔ دیکھو کیا سہانا وقت ہے

موسم بہار وقت سہانا ہے شام کا

سبزہ سے دل ہرا ہے ہر اک خاص و عام کا

بھوں۔ پوں۔ بھوں پوں۔ دھم دھم۔ دھوں۔ دھوں۔ آہا یہ تو تھیٹر کے باجے کی آواز ہے۔ دیکھو آج کس قدر بھیڑ ہے۔ کیوں نہ ہو۔ تماشا بھی تو مرچنٹ آف وینس کا ہے۔ آؤ ہم بھی ایک سیکنڈ کلاس کا ٹکٹ خرید لیں۔ تماشا بھی دیکھینگے اور آنکھیں بھی سینکینگے۔

تھیٹر دیکھیں تم چلو سیکل جی مہاراج

گھرن کو بریاں ملیں ایک پنتھ دو کاج

ٹن ٹن ٹن نانانا ٹن ٹن۔ ڈراپ سین کا اُٹھنا۔ اور قاسم کا آکر اپنی مصیبت بیان کرنا۔ اور گریہ و زاری کرنا۔ نہیں نہیں میں بھولا۔ بلکہ ایک نازنین کی آنے والی مصیبت کی جو کہ سیکنڈ کلاس کے فرسٹ روم میں جلوہ نما تھی۔ پیشینگوئی کرنا (آواز۔ جو کہ داروغہ پولیس کی تھی) لیو دس چیئر پلیز۔ آئی شیل ٹیک دِس سیٹ ہیئر (نازنین) اسے ہٹو اپنی ایسی اچھی جگہ کبھی نہ چھوڑینگے۔ (داروغہ) یو مسٹ (نازنین) آئی ڈونٹ۔ ٹلخ بلخ۔ ہیں یہ کیا۔ وہ وہ تو داروغہ نے بی صاحبہ کے دو منڈے رسید کر دیئے۔ تمام تھیٹر میں گڑبڑ مچ گئی۔ ڈراپ سین گر گیا۔ اہل تماشا کھڑے ہو گئے۔ (آواز) ٹھیرو۔ ٹھیرو۔ داروغہ جی صاحب آپکو منیجر کمپنی بلاتے ہیں۔ ذرا ادھر تکلیف فرمائیے۔ اور دیکھو وہ شخص

داروغہ جی کو اسٹیج کے اندر لیگیا۔ خدا خیر کرے۔ اتنے میں پھر گھنٹی بجی۔ سب خاموش ہوگئے۔ ڈراپ اُٹھا۔ اماں یہ کونسا تماشا ہونے لگا۔ کیا یہ کوئی نقل ہو رہی ہے ؟ سب ایکٹر مشق جوتہ بازی کر رہے ہیں۔ سنو وہ کچھ کہہ بھی رہے ہیں۔ داروغہ صاحب۔ آپنے ہماری عزت خراب کردی۔ اگر ایسا ہی ظلم ہوا کریگا تو تھیٹر کی طرف کوئی نگاہ اُٹھا کر بھی نہ دیکھیگا۔ بھلا آپکو اس بیچارے کے پٹنے کا کیا لحاظ تھا۔ او ہو اب پہچانا یہ وہی داروغہ جی ہیں۔ جنہوں نے ابھی دو خیرات کئے تھے جسکے صلہ میں سیکڑوں پند سرویں اور سارٹی سو طریں سٹر دو چیتر ہی جوتے کو پار ہے ہیں۔ ؎

کیا خوب سودا نقد ہے اس ہاتھ دے اس ہاتھ لے

ابکی دریا دلی دیکھ حاتم کی روح اس نیک کام میں شریک ہونے کیلئے پھڑا پھڑا اُٹھی ہوگی۔ اُدھر تو یہ ہو رہا تھا۔ ادھر اس شعر کی گردان گردانی سے

جبکہ دو موذیوں میں ہو کھٹ پٹ
اپنے بچنے کی فکر کر جھٹ پٹ

راقم بیکل دہلوی

گذشتہ اشاعت سے آگے

بیچاری ماں کے صاحبزادے خود بڑے اونچے خاندان کے چشم و چراغ مال و دولت سے لاپرواہ تعلیم کے لحاظ سے ایم اے پاس حسن و جمال میں لاثانی اور منصفی کے امیدوار تھے۔ ماں کے یہ الفاظ سنکر بولے۔ (نوجوان) پھر ایسی جلدی کیا ہے اور ایک دو برس ٹھیر کے سہی۔ (والدہ) تو ٹھیر میں تو نہیں مانونگی۔ مجکو تو پرمیشر نے یہ دن بڑے مشکل سے دکھایا ہے۔ نہیں تو میں نالایق (نالایق) تجھے کس قابل۔ میں تو ابھی شادی کرونگی۔ نہیں تو آج سے میرا تیرا واسطہ کیا۔ اور ہاں یہ بھی سن لے بہت اپنے مراسلے ور اسلے پر کو ندامت پھر لو میں ایک نہیں مانونگی۔ جس طرح میرا جی چاہیگا۔ اپنے بچے کو بیاہونگی۔ مجھے اپنے گھر کا نام نہیں ڈبونا ہے۔ اور نہ اپنے برادری میں ناک کٹانی ہے۔ (نوجوان) چاہے گھر کے نام اور ناک کی حفاظت میں گھر کی اینٹ سے اینٹ ہی کیوں نہ بج جائے۔ (والدہ) چاہے بج جائے۔ تیرے بڑے بوڑھے روپیہ پیسہ ساتھ لیکر تو نہیں آئے تھے۔ اسی طرح ہر ایک کی عزت ہر ایک کے ساتھ ہے (نوجوان) یہ مانا۔ آخر اتنے رسالے مختلف قوموں کے جو ان رسموں کی برائیوں کو کھلاتے ہیں۔ پاگل تو ہیں نہیں۔ ان میں کوئی ایسی بڑی بات تو ضرور ہے جو سب ایک رائے رکھتے ہیں۔ اور بہت سے ان پر عمل بھی کرتے ہیں۔ پھر اگر انکی رائے پر ہم بھی عمل کریں تو کیا ہرج ہے۔ (والدہ) تو نہ ہے۔ تو تو کچھ بڑا ضدی ہوگیا ہے۔ میں تو کہہ چکی اور پھر کہتی ہوں کہ مارا اس نے مجھے ایک ہی بچہ (مراد تو لڑکے سے) دیا ہے۔ اور یہ میں نے دل میں عہد کر لیا ہے کہ اسکی شادی ایسی دھوم سے کروں کہ آجتک کسی نے نہ کی ہو اور نہ آئندہ کوئی کرے۔ اور اپنے بچے اور بچی (مراد بہو سے) کو سامنے کھیلتا ہوا دیکھوں۔ اور پھر کان کھول کر سُنلے چاہے کچھ ہی ہو۔ میں تو کرونگی۔ اب رہا روپیہ پیسہ اگر تو نہ دیگا تو میرے پاس گہنا پاتا اتنا کچھ ہے کہ ایک کیا دو شادیاں بڑی دھوم سے کر سکتی ہوں۔

ان آخری الفاظ نے نوجوان کو خاموش کر دیا۔ اس نے دیکھا معاملہ نازک ہے اور بات بڑھتی جاتی ہے۔ اس وقت زور دینا مناسب نہیں۔ پھر کبھی دیکھا جائیگا۔

باقی آئندہ

راقم رامچند مہاجنی سکول دہلی

ایک نظر ادھر بھی

مسٹر دہلی پنچ۔ گذمارننگ۔ آپکا بھیجا ہوا ۲۴۔ ماہ اپریل سنہ ۱۹۰۶ء کا پرچہ میرے ہاتھ میں تھا۔ اور میں اُسکے دیکھنے میں مشغول تھا کہ میری نظر زرد کاغذ پر پڑی۔ اُس میں جو کچھ مضمون کہ تھا واقعی قابل تعریف ہے۔ مگر "جھٹ کا مبلہ اور بی جبو کی محبت کا فیصلہ" خوب لکھا۔ جسکو دیکھتے ہی مجھے اچنبھا سا ہوا کہ ایسے ایسے شخص بھی مضمون لکھنے کے لئے قصد کرتے ہیں۔ اجی صاحب اگر ایسی ہی خواہش ہے تو تھوڑے دنوں کسی اُستاد سے پڑھئے جناب شریر کے دو چار ناولوں کو دیکھ لیا اور لگے مضمون لکھنے۔ طرہ یہہ کہ اپنے نام نامی و اسم گرامی کو کس خوبصورتی سے اظہار فرماتے ہیں کہ۔ بی بی مجنوں۔ خیلہ من وحشت کی نہ لیجے۔ اور ایسے اناپ شناپ مضمون لکھکر پڑھنے والوں کی طبیعت کو مکدر نہ کیا کیجے۔ ورنہ ایسی فصد کھلوائی جائیگی کہ یاد ہی تو کیجے گا۔ اسلئے سمجھائے دیتا ہوں کہ پھر کبھی ایسی حماقت غلطی نہ کیجیگا اگر آپ صحیح نہ لکھ سکیں تو مضمون میرے پاس بھیجدیا کیجئے میں اصلاح دیدونگا۔ کہئے منظور ہے نہ۔ بس زیادہ یاوہ گوئی سے کچھ حاصل نہیں۔ انشاء اللہ اگر حیات باقی رہی تو پھر کبھی آپکی بری کو حاضر ہو جاؤنگا۔ خدا حافظ رخصت ہوتا ہوں ۞

راقم۔ سارے عالم میں دھوم ہیں چھایا ہوا
مستند ہے میرا فرمایا ہوا

میاں سلالہ - پنڈت - منشی - بابو - مسٹر - مولوی دہلی پنچ صاحب بہادر ہوت
یا الٰہی خیر - یہ صبح ہی صبح ننگے منہ نہار ہاؤں ٹھیک ساڑھے منٹ کم ۵ بجے سے
اِیجناب کے در دولت پر آکر مینڈک کی طرح دماغ چاٹنے لگے - میاں دہلی پنچ ہوت
ابے کون ہے خواہ مخواہ خلل مچاکر نیند میں خلل ڈالتا ہے - میاں باہر تو آؤ یا گھر
میں ہی پڑے پڑے باتیں بنائے جاؤگے - اخاہ مسٹر قوی زمرد رقم ہیں -
بھئی معاف کرنا - تسلیم - حضرت آداب - ڈنڈوت - سلام - گوڈ مارننگ
بندگی - رام رام - بالاگن - تسلیمات کی ڈالی نذر ہے - اور بندہ رخصت
حضرت یہ کیا - ٹھہریئے تو سہی - بس جناب سے

پاس ادب یہی ہے کہ مجرا ہو دور سے

مگر یہ تو کہیئے آجکل آپکی توند شریفہ بیطرح برف خانہ کے چمار کی طرح پھولکر کُپا
ہو رہی ہے - جی ہاں کیوں نہو اس میں نئی چٹپٹی خبریں بھری ہوئی ہیں -
تو یار پھر اُگل دو -

واہ جناب ایسی مفت کی خبریں تھوڑا ہی ہیں - کہ جہاں چاہیں اُگل دیں
پہلے نذرانہ دلوایئے - متھرا بندرابن کی دو چار رسیلی چھبیلی نکیلی - کٹیلی - ٹھیلی
سنڈیوں کا مجرا کرایئے پھر کہیں ایک آدھ خبر بھی اُگل دینگے - یار آج تو معاف کرو
کل ولل کو مجرا بھی کرا دینگے مگر خبریں تو اگل ہی دو - خیر آپکے عجز و انکسار کے سبب
سے آپ کو اجازت ہے - لکھ لیجئے - حضرت کیا لکھوں - پھر وہی کیا لکھوں
میاں لکھتے کیا آج سے اپنے مضمون نگاروں میں ہمارا نام بھی رجسٹر میں
لکھ لو سادر اگلے ہفتہ سے ہمارے مرسلہ مضامین اخبار میں لکھنا - اب میں بھی
جاتا ہوں - رخصت سے

اب تو جاتے ہیں بت کدہ سے میر
پھر ملینگے اگر خدا لایا

راقم مسٹر قوی - زیڈ آر - امروہی مقیم دہلی

مہربان پنچ

مابدولت گھومتے گھامتے ایک ایسے مقام پر پہونچے کہ جہاں ایک مہربان
اپنی سُریلی آواز میں کراہ کراہ کر اشعار پڑھ رہے تھے - اور کچھ بیوفائی اور کج ادائی
کا شکوہ آپ ہی آپ کرکے دل کو نفرین کر رہے تھے - مابدولت سے نہ رہا گیا -
گھر آتے ہی ایک خط مثنوی کے پیرایہ میں لکھ ڈالا - بیجئے ملاحظہ فرمایئے -
مشفق مہربان من ٹھاکر ✦ راحت دل و جان من ٹھاکر

بعد تسلیم کے یہ زار و نحیف ✦ کرتا دریافت ہے مزاج شریف
بعد ازاں عرض یہ میں کرتا ہوں ✦ ہے ابتک کہاں یہ کہتا ہوں
ہنس کے کہنے لگے سوال مرا ✦ کیا بتاؤں جو کچھ ہے حال مرا
لغو گوئی سے مجکو کام نہیں ✦ جو ہے بے سود وہ کلام نہیں
عشق بازی کا یہ مزا پایا ✦ ہوئے بدنام پیر کٹوایا
چلنے پھرنے سے ہو گیا معذور ✦ چارپائی پہ ہوں پڑا رنجور
چاہ میں جسکی ہو گیا بیکار ✦ پوچھنے بھی نہ آئی وہ مردار
پانی آکر پلاتی تھا یہ محال ✦ مرہمیں بھرنے کو بھی نہ آئی...
گرچہ سمجھاتا ہوں میں دل کو کمال ✦ پر ہے نظروں میں اُن کا جمال
دل ہٹایا جو ماہ کامل سے ✦ جا لڑا ایک اور کاہل سے
جھڑکی سے مجھے جواب دیا ✦ بوڑھی رنڈیا کا بس خطاب دیا
بار ہی سامنے وہ رہتی ہے ✦ رال جسپر کہ تیری بہتی ہے
جا اسی سے تو منہ اپنا کالا کر ✦ طوطا بیٹھا ہوا یہ یاد کر
کیوں بڑھاپے میں ہوتا ہے بدنام ✦ بیٹھ گوشہ میں کرلے رام رام
ایسی باتوں سے کچھ نہیں حاصل ✦ دل نہ کرتا ادھر کو تو مائل
دیکھ گو تار یا نیہ بہتے ہیں ✦ برے ہم لوگ اسکو کہتے ہیں
ناؤ بدکار کی نہیں بہتی ✦ بار دریا کے وہ نہیں ہوتی
کرکے مجکو نصیحت نہ سخن ✦ گھر کو اپنے چلی گئی مالن
سنکے جھنے یہ اپنے دل سے کہا ✦ ایسی باتوں سے کیجئے توبہ
راقم بیان متھرادی

دشمنوں پر کرتے ہیں احسان لو ✦ آپ پر ہوتے ہیں ہم قربان لو
حضرت دل مرتے تھے جن پر تم ✦ وہ عدو کے گھر میں ہیں مہمان لو
بزم دشمن میں تو جاتے ہو مگر ✦ بچکے آنے کے نہیں یہ جان لو
پوجی دو ہی گھونٹ پی لو شیخ جی ✦ آج تو رندوں کا کہنا مان لو
دیکھیں پھر ہوتا نہیں کیسے وصال ✦ اک ذرا تم دل میں اپنے ٹھان لو
مے کو واعظ روز کہتا ہے برا ✦ آج تو منبر پہ اس کے کان لو
لے لیا آنکھوں نے انکی نقد دل ✦ چوریاں کرنے لگے دربان لو
رو گئے ان لیڈیوں کو دل نہ دو ✦ دیکھو اے سیماب کہنا مان لو
راقم سیماب مہربانی